

مَنْ رَفَعَ يَدَهُ إِلَىٰ هَذِهِ الْكُتُبِ وَبَلَغَ مِنْهَا أَهْلَ الْبَيْتِ

رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
(امام احمد رضا خان بریلوی)

سراج الفقہاء



پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

۵۰۶/۲ ای۔ ناظم آباد۔ کراچی، (سندھ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

ادارۃ مسعودیہ

باسمہ تعالیٰ

ابتداء

امام احمد رضا بریلوی (۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء) اپنے عہد کے عظیم محدث و فقیہ تھے۔ آپ نے اٹھ سو بیس اور بیسویں صدی عیسوی میں مسلک جہود کا احیاء کیا اور سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی لاج رکھ لی۔ حرمین شریفین، پاک فہم اور بلادِ اسلامیہ کے بکثرت علماء و فضلاء نے آپ کی ہمہ گیر علمیت و بصیرت اور سب سے مثال دینی و ملی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ — پاک و ہند کے دورِ آخر کے مفتیوں میں مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب و امام مسجد جامع فقہوری دہلی) اور مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی (صدر مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی) بھی امام احمد رضا کے تلمذ اور وسعتِ علمی کے مستوف تھے۔ مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی نے فرمایا:۔

”اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا علم بہت وسیع تھا۔“

(مفت روزہ ”بجوم“ نئی دہلی، امام احمد رضا نمبر ۲ دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۶۱۴)
مغربی ممالک میں بالینڈ کی قدیم اور مشہور جامعہ، لائبرن یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے سن رسیدہ اور جہاں دیدہ پروفیسر، ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ بلیان کو

| | |
|----------|-------------------------------------|
| نام کتاب | سرتاج الفقہاء |
| مصنف | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری |
| صفحات | ۲۴ |
| کتابت | تحریر ارقی ران |
| سائز | ۳۶ × ۲۳ |
| تعداد | ۱۹ |
| اشاعت | ۳۰۰۰ |
| ناشر | ۱۳۴۱ھ / ۱۹۹۶ء ادارہ مسعودیہ |

ملنے کے پتے

ادارہ مسعودیہ: ۲/۶ - ۵ ای ناسم آباد - کراچی
مظہری پبلیکیشنز: ۸/۲۶۰۶ بی-آئی۔ بی کالونی کراچی فون ۴۹۴۵۳۱
المختار پبلیکیشنز: ۲۵ جاپان میلن رضا چوک (ریگل) صدر کراچی
مکتبہ رضویہ: ————— آرام باغ روڈ کراچی
مکتبہ غوثیہ: سبزی منڈی کراچی فون نمبر ۲۹۴۳۳۴۸
ادارہ مسعودیہ: ————— بسینٹ انشتر روڈ لاہور
مکتبہ قادریہ: جامعہ نظامیہ رضویہ انڈرون لوہاری گیٹ - (دھور)

کو جب امام احمد رضا کے بارے میں لکھا گیا تو وہ حیران رہ گئے کیوں کہ علوم اسلامیہ کے استاد ہونے کے باوجود وہ امام احمد رضا کے نام تک سے بے خبر تھے لیکن جب انہوں نے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تو امام احمد رضا کی تبحر علمی کا برملا اعتراف کیا اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں پیش کئے جانے والے اپنے مقالات میں امام احمد رضا کا ذکر کیا۔ چنانچہ ہائیڈل برگ یونیورسٹی (مغربی جرمنی) اور بڈاپسٹ (ہنگری) کی بین الاقوامی کانفرنسوں میں موصوف نے جو مقالات پیش کئے ان میں فتاویٰ رضویہ کے متعدد حوالے موجود ہیں۔

فتاویٰ رضویہ پر پروفیسر مجاہد اللہ قادری (کراچی یونیورسٹی، کراچی) نے بہت مفید کام کیا ہے۔ انہوں نے ایک مستقل مقالے میں فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ مقالہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے ستمبر ۱۹۸۵ء میں شائع کر دیا ہے۔ ایک اور اہم کام جامعہ نظامیہ، لاہور کے مہتمم مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی کر رہے ہیں۔ وہ فتاویٰ رضویہ کے ترجمہ و تخریج کا کام کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ فقہ اسلامی کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے، اس پر تحقیق کے لئے محققین اور ماہرین علوم و فنون کی ضرورت ہے جو ایک اکیڈمی میں بیٹھ کر اس اہم کام کو انجام دیں۔ فتاویٰ رضویہ کی جہاںات کے ترجمے اور حوالوں کی تفصیلات کے علاوہ جن کتب و رسائل اور مآخذ و رجال کا فتاویٰ رضویہ میں ذکر کیا گیا ہے ان کے متعلق علمی، سوانحی، تاریخی، جغرافیائی تفصیلات بھی فراہم کی جائیں اور فتاویٰ کے ماحول، تاریخی و سیاسی اور سماجی و معاشرتی پس منظر کا بھی جائزہ لیا جائے۔

جن علوم و فنون میں امام احمد رضا کو ہدایت حاصل تھی ان میں علم فقہ خاص امتیاز رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد علماء و فضلاء اور دانشوروں نے امام احمد رضا کی فقہیت کو موضوعِ سخن بنایا ہے اور علمی مقالات و مضامین لکھے ہیں۔ مثلاً یہ حضرات:۔

علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی، مفتی وقار الدین قادری، علامہ شمس بریلوی، جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری، مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مولانا محمد یونس اختر مصباحی، مولانا محمد علی محمد رضا قادری، مولانا عبد القدوس مصباحی، مولانا عطاء المصطفیٰ قادری، مولانا محمد شجاع الدین رتوی، سید الور علی ایڈوکیٹ، پروفیسر فیاض احمد خاں کاکوش، پروفیسر محمد فاروق القادری، پروفیسر حافظ محمد شکیل ادج، میاں عبدالرشید وغیرہ وغیرہ۔

اور ڈاکٹر حسن رضا خاں نے تو امام احمد رضا کی فقہیت پر پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے ڈاکٹریٹ کیا ہے لیکن اس کے باوجود امام احمد رضا کی فقہیت کے متعدد گوشے ہنوز تشدد تحقیق ہیں۔ پیش نظر مقالہ بھی امام احمد رضا کی فقہیت سے متعلق ہے۔

یہ مقالہ آج سے پانچ برس قبل ۱۹۸۲ء میں لکھا گیا تھا۔ اس میں مندرجہ تمام حقائق کا تعلق پانچ سال قبل کی معلومات سے ہے۔ یہ مقالہ پہلے ادارہ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی نے ستمبر ۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر حسن رضا خاں کے مقالے فقہ اسلام کے ساتھ بطور افتتاحیہ شائع کیا پھر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے اسی سال اپنے سالنامہ معارفِ رضا میں شائع کیا۔ اس کے بعد مرکزی مجلس امام عظیم لاہور نے کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ خیال تھا کہ نظر ثانی کر کے اس میں ضروری اضافے کر دیئے جائیں کیوں کہ امام احمد رضا سے متعلق معلومات میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے، دنیا کے چار براعظموں میں امام احمد رضا پر کام ہو رہا ہے اور نئے نئے حقائق سامنے آرہے ہیں۔ لیکن عدم فرصتی کی وجہ سے ماسوائے ایک دو اضافوں کے کوئی خاص اضافہ نہ کیا جا سکا اور یہ کام آئندہ کے لئے اٹھا رکھا گیا۔ بہر حال اب برادرِ جناب

عبد الستار طاہر زید مجدد (سیکریٹری مرکزی مجلس اہم اعظم، لاہور) اس مقالہ کو پہلی بار کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو اور سرپرست مجلس علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری مظہری زید علیہ السلام نیز تمام اراکین و معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

احقر

محمد مسعود احمد

۲، رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
۱۳، فروری ۱۹۸۹ء

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ)

سرتاج الفقہاء

(۱)

امام احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۰۲ھ / ۱۹۲۱ء) عہد جدید کے عظیم عبقری تھے، جس پر اُن کی علمی تخلیقات و تحقیقات شاید اور زمانہ خود گواہ ہے۔ زمانے نے اُن کو جانچا، پرکھا اور پھر آفتاب، مانتاب بنا دیا۔ اُن کی روشنی دور دورہ ملی۔ اُن کی آواز دور دورہ سنی۔ علمائے عرب نے اُن کے فضل و کمال کی کھلے دل سے داد دی اور خوب خوب سراہا۔ چنانچہ شیخ عبد الرحمن وہاں کی فرماتے ہیں:-

الذی شہد لہ علماء البلد الحرام بانہ البید الضد الامام لہ
ترجمہ:- وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ
سرदारوں میں کیلتا و یگانہ ہے۔

اور شیخ عبد الشمد نابلسی مدنی فرماتے ہیں:-

وهو تاديرة هذا الزمان وخيرة هذا الدهر الا وان
سيد الشيوخ والفضلاء الكرام يتيمية الدهر بلا توان لہ
ترجمہ:- وہ نادر روزگار، اس وقت اور اس زمانے کا نور معزز مشائخ اور فضلاء
سرदारِ بلا تامل وہ زمانے کا گوہر کیلتا۔

لہ احمد رضا خان احسان الحرمین، مطبوعہ لاہور ص ۸۳
لہ احمد رضا خان، الدولتہ المکیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۹۳-۹۶

شیخ محمد عارف بن محی الدین ابن احمد فرماتے ہیں:-

تکلامہ يدل على كمال علمه

ترجمہ:- ان کا کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔

اردو مشق ہی کے علامہ شیخ محمد القاسمی تحریر فرماتے ہیں:-

جامع للکلمات والفضائل من الخط دون ثمنه کل متطاو

فاتہ بن الفضل والوہ والمذعن لفضله اعداؤہ ومحبوہ، مقلد

فی العلم جلیل ومثلہ فی الانام قليل

ترجمہ: فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا

پیر ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں۔ اُن کی فضیلت کا یقین دشمن و دوست

دونوں کو ہے، اُن کا علمی مقام بہت بلند ہے، اُن کی مثال لوگوں میں بہت

کم ہے۔

پاک و ہند کے فضلاء و محققین میں اُن کی دھوم بے چنانچہ پاکستان کے مشہور محقق و

دانشور پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ خاں صاحب (سابق صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد،

سندھ) فرماتے ہیں:-

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں

شمار ہوتے ہیں، اُن کے فضل و کمال، ذہانت، فطانت، طباعی و ذراکی

کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین

اور مستشرقین نظروں میں نہیں جھپتے۔

۱۹۲۱ء میں جب امام احمد رضا کا وصال ہوا تو لاہور کے پیسہ اخبار نے اپنے ادارے

میں ایک تقریبی نوٹ لکھا جس کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پاک و ہند میں امام احمد رضا

کا بڑا چرچا تھا اور اُن کے فضل و کمال کے سب قائل تھے، ادارے نگار لکھتا ہے:-

۱۔ محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء، ص ۱۳۷

۲۔ ایضاً: ص ۱۳۹

۳۔ محمد مرید احمد، جہان رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۸

آپ ہندوستان میں علوم اسلامیہ و دینیہ کے آفتاب تھے، بڑے فاضل

اور متبحر و جلیلہ عالم۔۔۔ آپ کی وفات سے ہندوستان کی ایک ایسی

برگزیدہ، ہستی اٹھ گئی جس کی خالی جگہ پُر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔

امام احمد رضا کے فضل و کمال کے ساتھ ساتھ ان کی وسعت علم کے بھی فضلاء دانشور

قائل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر جی۔ ڈی قریشی (یو کال یونیورسٹی، انگلستان)

کہتے ہیں:-

انہوں نے اپنے وسیع اور عمیق علم کے طفیل اپنی ذات میں ایک اسلامی

یونیورسٹی کی بلندیاں جمع کر لی ہیں۔ (ترجمہ انگریزی)

اور پروفیسر ایس۔ بی۔ علی نقوی (صدر شعبہ کیمیا، گورنمنٹ ڈگری کالج، مظفر پور) کہتے ہیں:-

وہ اپنے عہد کے عظیم فقیہ اور مصنف تھے، ان کا علم وسیع اور بوقلموں تھا۔

وہ ۵۰ علوم و فنون پر مہارت تامل رکھتے تھے۔ (انگریزی ترجمہ)

عبد جدید کے مشہور و معروف مصنف مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کہتے ہیں:-

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام

ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور اُن کی اس فضیلت

کا احترام اُن لوگوں کو بھی ہے جو اُن سے اختلاف رکھتے ہیں۔

پاکستان کے ایک سن رسیدہ، جوانی و کمال کا سرمایہ عبدالرشید اپنی انگریزی کتاب

”پاک و ہند میں اسلام“ (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء) میں لکھتے ہیں:-

حضرت احمد رضا خاں بریلوی برصغیر کی چند غیر معمولی شخصیات میں سے ایک

تھے۔ وہ ہمہ گیر عبقری، نہایت ذہین اور متقی اور فقہ اسلامی کے ماہر۔۔۔

اُن کا علم ہمہ گیر تھا۔ (ترجمہ انگریزی)

۱۔ پیسہ اخبار (لاہور) شمارہ ۲، نومبر ۱۹۲۱ء، اداریہ

۲۔ پیغام برائے مجلس رضا، ماہنامہ انگلستان، ۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء

۳۔ الہامیہ (مظفر پور) شمارہ ۱۹۸۳ء، ص ۱۵

۴۔ عبد الباقی کوکب: مقالات ایوم رضا، ج ۲، ص ۶۰، مکتوب مجرہ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء

۵۔ شیخ محمد سلیم احمد انجیری مدنی بحوالہ رسائل رضویہ ج ۲، ص ۱۴۸، مطبوعہ لاہور

بلاشبہ امام احمد رضا اپنے عہد کے ایک عظیم فقیہ تھے۔ لطافتِ فقہاء میں امام احمد رضا کو جو مقام حاصل ہے وہ اُن کے معاصرین میں کسی کو حاصل نہیں تھا۔ فقیہ کا ایک اہم خاص یہ ہے کہ اُس کو آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ پر کامل عبور ہو۔ امام احمد رضا کی قوتِ حافظہ قرآنِ اول کی یاد دلاتی ہے، وہ خود حافظِ قرآن تھے اور معانی و مفہیم سے آشنا.... اُن کے سامنے نہ صرف قرآن کے الفاظ تھے بلکہ اُس کے معانی اور روحِ معانی بھی.... اُن کا فکر و خیال آیات و احادیث سے آباد تھا۔ حدیث میں اُن کے مقام کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خود علمائے عرب اُن کی شان میں یہ اظہار فرما رہے ہیں:-

کیف لا وہو امام المحدثین

ترجمہ:- کیوں نہیں، وہ تو محدثین کے امام ہیں۔

اور ڈاکٹر سید محمد عبدالرشید (چیمبرمین شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے امام احمد رضا کو ”عبقری فقیہ“ صاحبِ نظر مفسرِ قرآن“ اور ”عظیم محدث“ قرار دیا ہے۔

سجادہ نشین ادبِ شریف (بھارت) حضرت حسن مہیاں مدظلہ العالی ۲۸ جولائی ۱۹۸۴ء کو راقم کے غریب خانے پر تشریف لائے اور دیر تک علمی گفتگو فرماتے رہے، اُنہیں گفتگو میں فرمایا:-

”حضرت شاہ اولاد رسول مہر دی، اعلیٰ حضرت کے لئے فرماتے تھے کہ وہ ”فقیہ النفس“ تھے، اُن کے الفاظ اپنی جگہ ایسے تھے جیسے ”خ“ حضرت شاہ اولاد رسول، امام احمد رضا کے معاصر تھے، صاحبِ علم و فضل اور مکتبہ کے مصنف، مکتبہ میں آپ کا دصال ہوا۔

لے محمد مقبول احمد قادری، پنچنامتِ یومِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۳۵

مولانا ابوالحسن علی ندوی، امام احمد رضا کے ہم خیال نہ ہونے ہوئے بھی یہ اظہار خیال فرماتے ہیں:-

”جزئیاتِ فقہ پر جو اُن کو عبور حاصل تھا، اُن کے زمانے میں اُس کی نظیر نہیں ملتی“ لے

اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب (جج سپریم کورٹ آف پاکستان شریعت پنچ) فرماتے ہیں:-

”علومِ دینیہ، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں آپ کو جو عدیم النظیر مہارت حاصل تھی اس میں تو کسی کو کام نہیں“ لے

(۲)

اس میں شک نہیں کہ بحیثیتِ فقیہ امام احمد رضا جامع فضائل و کمالات تھے۔ وہ حق پسند بھی تھے، عدل گستر بھی اور حق گو بھی۔ وہ امین بھی تھے، مخلص بھی، زائد و عابد بھی اور متقی بھی۔ وہ معقولیت پسند بھی تھے اور بلند خیال بھی۔ وہ بے ریا اور بے نفس تھے۔ ایسے صداقت شہساز کہ قول و فعل میں اصلاً تضاد نہیں۔ وہ باعزت تھے، باوقار تھے، ضدی اور ہٹ دھرم نہ تھے۔ جو کہتے اُس پر عمل کر کے دکھاتے۔ بیباک و گستاخ اور خود سرور مغرور نہ تھے۔ زمانے کے نبض شناس تھے اور علوم و فنون کے ماہر۔ درست کی دوستی اور دشمن کی دشمنی سے بے نیاز۔ وہ ہشیار تھے بے خبر نہ تھے۔ اُن کی نظر ہمہ گیر تھی، اور اُن کا قلم جاں نواز۔ وہ صاحبِ بصیرت تھے، اُن کی نظر میں منظر اور پیش منظر پر بھی رستی تھی۔ بندگانِ خدا کو مشکل میں نہیں ڈالتے تھے، اُن کے خدا و رسول نے جو سہولتیں اُن کو دیں اُن کا خیال رکھتے تھے۔ وہ

لے ابوالحسن علی ندوی، نثر متہ الخواطر، مطبوعہ جدید راباد دکن، ج ۸، ص ۴۱

لے عبدالنبی کوکب، مقالاتِ یومِ رضا، مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۹۰ء، ج ۲، ص ۲۹

اس درجے وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و
امصار مجملہ اقطار ہندوستان، بنگال و پنجاب و بلخار، برما و ارکان و
چین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتیٰ کہ سرکارِ حرمینِ محترمین سے استفاء
آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔

امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ کی بارہ جلدیں یادگار ہیں۔ بقول مولانا افتخار احمد
قادری (رکن الجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، بھارت) فتاویٰ رضویہ کی پانچ جلدیں
مبارک پور سے شائع ہو چکی ہیں۔ چھٹی جلد کتابت ہو رہی ہے، ساتویں اور آٹھویں
دارالاشاعت، مبارک پور میں محفوظ ہیں، اس کے بعد کی مزید چار جلدیں بریلی میں محفوظ
ہیں۔ امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ کی فقہی اور دینی اہمیت تو مسلم ہے۔ لیکن دوسری
کئی حیثیات سے بھی اہم ہے۔ تاریخی، سیاسی، علمی، لسانی، ادبی، عمرانی، اقتصادی
سماشرتی، سماجی وغیرہ۔ فتاویٰ رضویہ اپنے دامن میں بہت سے علوم و فنون
کو سمیٹے ہوئے ہے۔ امام احمد رضا کے فتاویٰ عربی، فارسی، اردو میں ہیں اور ہر زبان
میں ایسی پیاری تحریر گویا یہ اُن کی مادری زبانیں ہیں۔ بعض فتوے انگریزی زبان میں ترجمہ
کے کئے گئے ہیں۔ کیونکہ مستفتی جس زبان میں سوال کرتا تھا اُس کو اُسی زبان میں جواب بھیجا
جاتا تھا۔ انگریزی زبان میں ایک استفاء ۱۹۰۸ء کو محمد قادری نے رنگون (برما)
سے بھیجا تھا، جس کا جواب ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو ارسال کیا گیا۔ اس کا عکس معارفِ رضا
(کراچی ۱۹۸۲ء) میں شائع ہے۔ امام احمد رضا اس کا لحاظ تو رکھتے ہی رکھتے
کہ جس زبان میں استفاء آئے اُنکی زبان میں جواب لکھا جائے لیکن اس کا بھی انتہام
رکھتے تھے کہ استفاء منثور آتا تو جواب منثور دیا جاتا اور منظوم استفاء آتا تو جواب
منظوم دیا جاتا۔ فتاویٰ رضویہ میں منظوم فتوے بھی ہیں۔ امام احمد رضا کی فقہی
تحقیقات اور فاضلانہ فتوے نے بہت سے علماء کو مفتی بنا دیا۔ مخالف و موافق

۱۔ امام احمد رضا خاں، العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ج ۲، ص ۱۲۹

۲۔ مکتوب محررہ ۲۵ اپریل ۱۹۴۹ء از مبارک پور بنام راقم الحروف

سب اُن کے فتووں سے استفادہ کرتے ہیں، بعض اُن کا سوالہ دیتے ہیں اور بعض یہ
تکلیف گوارا نہیں کرتے اور امام احمد رضا کی تحقیقات کو اپنے حساب میں لگا لینے
ہیں۔ ہر کیف امام احمد رضا اجر و ثواب سے محروم نہیں رہتے۔

امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ، الفتاویٰ الرضویہ فی العطا یا النبویہ کو قانون کے
ماہرین نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور قانون دال اور
بیسٹی ہائی کورٹ کے جج پروفیسر ڈی ایف ملا نے امام احمد رضا کے فتاویٰ رضویہ
اور فتاویٰ عالمگیریہ کو فقہ اسلامی کا شاہکار قرار دیا ہے۔
اور پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد (استاد شعبہ علوم اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی،
کراچی) لکھتے ہیں:-

”رفقہ کے میدان میں آپ کے فتاویٰ فقہ اسلامی کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہیں
جو آپ کو مجتہد کے درجے پر فائز کرنے کے لئے کافی ہیں۔“

ہندوستان کا مشہور عالمِ شہرت یافتہ علی مجتہد معارف (اعظم گڑھ) فتاویٰ رضویہ اور
امام احمد رضا پر یہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

”دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر اُن کی نظر وسیع اور گہری تھی۔ مولانا جس
وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفادات کے جواب تحریر فرماتے

ہیں اس سے اُن کی جامعیت، علمی بصیرت، فقہی جزوی، استفادہ ذات
لبائی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ اُن کے عالمانہ اور محققانہ

فتاویٰ مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔“

شیخ ابوالفتح البوعدہ (پروفیسر کینیڈا الشریعہ محمد بن سعود یونیورسٹی - ریاض) نے

فتاویٰ رضویہ کا صرف ایک عربی فتویٰ مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے، خود فرماتے ہیں:-

۱۔ مکتوب علامہ نور احمد قادری از سفارت خانہ اندونیشیا، اسلام آباد، سولہ جنوری ۱۹۸۱ء

۲۔ سید ریاست علی قادری، معارفِ رضا، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۰ھ، ص ۲۳

۳۔ معارف (اعظم گڑھ، یوپی، بھارت) شمارہ ستمبر ۱۹۳۲ء، ص ۲۳، ۲۴

”عبارت کی روانی اور کتب و سنت و احوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران ہو گیا اور ششدر رہ گیا اور اس ایک فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔“ (ترجمہ عربی)

مشہور محقق و قلم کار اور امام احمد رضا کے معاصر، مولانا ذی احمد مسعود بدایونی نے بڑی دل گنتی بات فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

”حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا علم نافع و اُن کی فقاہت پر منتہی تھا۔ اسی سے انہیں مقبولیت حاصل ہوئی اور اسی سے اُن کا نام زندہ ہے۔“

یہ فضلاء وہ ہیں، جو دل کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ جو نفس کے اشاروں پر نہیں چلتے۔ جو روزِ روشن میں آنکھیں بند نہیں رکھتے۔ وہی کہتے ہیں جو اُن کا دل کہتا ہے۔ عالم اسلام کے موافق و مخالف فضلاء دانشور نے جن جن القاب و آداب سے نوازا اور اُن کے علم و فضل پر جو جو اظہارِ خیال کیا اُس کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ ان حضرات کے تاثرات پر ششیل پاکستان اور ہندوستان سے اب تک چھ مجوسے شائع ہو چکے ہیں اور مزید شائع ہونے والے ہیں۔

(۴)

امام احمد رضا کے مستفیعوں میں علماء و فضلاء کے علاوہ پاک و ہند کی عدالت عالیہ کے جج بھی شامل ہیں اور کلیات و جامعات کے پروفیسر بھی۔ جسٹس محمد دین مرحوم (چیف کورٹ بہاول پور) جب ایک مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکے، مقبول سے آٹھ فتوے لئے پھر بھی وہ مطمئن نہ ہو سکے تو انہوں نے ہدایت کی کہ یورپ

لے محمد حسین اعظمی، امام احمد رضا اور باب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ آباد ۱۹۷۱ء میں ۱۹۷۲ء میں میراج احمد، جہان رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء میں ۱۹۷۲ء

مقدمہ متعلقہ فتوؤں کی نقول کے ساتھ امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ :-

”ان تمام فتادی کو ملاحظہ فرمادیں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق اپنی رائے کا مع استناد جواب تحریر فرما کر بہت جلد مرحمت فرمادیں۔ مقدمہ چونکہ عرصے سے دائر ہے اس لئے نتیجہ کے بھجوانے کے استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلد ہی عدالت ہدایں بھجوا دیا جائے۔“ (۱۹۱۳ء)

اسی طرح اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر ریاضی اور پرنسپل مولوی حاکم علی مرحوم امام احمد رضا سے، سائنسی، علمی اور سیاسی موضوعات پر گفتگو فرماتے اور فتوے لیتے تھے۔ تحریکِ موالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے میں انہوں نے امام احمد رضا سے جو فتویٰ لیا (اور جو علامہ اقبال کی نظر سے بھی گزرا) مشہور و معروف ہے۔ اسی سے فتویٰ نے تحریکِ موالات کے حامیوں کی اصلاح کی اور اُن کو (مسلمانوں کو) تباہی سے بچایا۔

امام احمد رضا نے فنِ فتویٰ نویسی میں جن کی تربیت فرمائی وہ بھی اپنے عروج کو پہنچے۔ ان میں قابل ذکر یہ حضرات ہیں :- مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا سید شاہ غلام بہاری، مولانا محمد ظفر الدین بہاری، حکیم سید عزیز بخٹہ اور مولانا نواب مرزا وغیرہ۔

مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ، امام احمد رضا کے چھوٹے صاحبزادے تھے، فنِ فتویٰ نویسی میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام احمد رضا نے مولانا امجد علی اعظمی اور آپ کو منصب افتاء و قضا پر مامور فرمائے ہوئے یہ ارشاد فرمایا :-

”ان دونوں کو نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرنا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔“

لے احمد رضا خان، فتادی رضویہ، مطبوعہ بریلی ۱۳۲۲ھ، ج ۱، ص ۱۹۹

لے پروفیسر محمد صدیق، پروفیسر مولوی حاکم علی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۴، ۱۳۳

لے امجد علی اعظمی، فتادی امجدیہ، مطبوعہ آباد ۱۹۷۲ء

علامہ مصطفیٰ رضا خان کا مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے ۱۹۸۴ء میں ادارہ تصنیفات امام رضا (کراچی) نے شائع کر دیا ہے۔ اس سے قبل ہندوستان سے بھی یہ شائع ہو چکا ہے۔

مولانا امجد علی عظمیٰ، امام احمد رضا کو دنیا بھر سے آنے والے استفاء سنایا کرتے تھے اور امام احمد رضا جواب میں جو ارشاد فرماتے وہ اعلیٰ کرتے جاتے، طبیعت اخاذ تھی۔ طرز سے واقف ہو گئے اور فتوے لکھتے رہے، فقہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ بہار شریعت ان کی مشہور تصنیف ہے۔ ان کا مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ امجدیہ ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے۔ مولانا ظفر الدین بہاری بھی فقہ وحدیث میں بہت بلند مقام کے مالک تھے، فن حدیث میں ان کی تالیف صحیح البہاری قابل ذکر ہے۔

امام احمد رضا کے پر پونے علامہ محمد اختر رضا خان (ابن علامہ محمد ابراہیم رضا خان ابن علامہ محمد حامد رضا خان ابن امام احمد رضا خان) آجکل بریلی میں منصب افتاء پر فائز ہیں۔ وہ جامعہ ازہر (قاہرہ - مصر) کے فارغ ہیں، بے تکان عربی لکھتے ہیں اور علم فقہ وحدیث میں ہمارت رکھتے ہیں جس کا اندازہ ان کے مطبوعہ فتوؤں سے ہوتا ہے۔

(۵)

فتاویٰ کے علاوہ امام احمد رضا کی دیگر کتب تصانیف خاص اہمیت رکھتی ہیں، جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ ان کتب وتصانیف میں شروح وحواشی اہل علم کی توجہ کے مستحق ہیں۔ امام احمد رضا کے ایک جلیل القدر معاصر مولانا ہدایت رسول لکھنوی (م ۱۹۱۵ء) امام احمد رضا کے حواشی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات وافادات ہوتے ہیں۔“

خانقاہ مجددیہ مظہریہ دہلی کے سجادہ نشین علامہ ابوالحسن زید فاروقی المادہری دسمبر ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لائے۔ کراچی میں ایک ملاقات میں اثنائے

لہ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج-۱، ص ۱۳۸

گفتگو اتم سے فرمایا کہ وہ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے، وہاں امام احمد رضا کے ردالمحتار پر عربی حاشیہ جہد المنار کے چند اوراق دیکھے تو حیران رہ گیا۔ جہاں صاحب رد المحتار ایک دو کتابوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں مولانا احمد رضا خان آٹھ دس کتابوں کے حوالے دے ڈالتے ہیں۔

شاہ اولاد رسول مارہروی (م ۱۳۲۲ھ) اسی حاشیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں۔“

سراج الفقہاء مولانا سراج احمد (مفتی سراج العلوم، خانیور) امام احمد رضا کے معاصرین میں تھے، ان کے اساتذہ نے ان کو باور کرایا تھا کہ امام احمد رضا کو علم وحقیق سے کوئی علاقہ نہیں، ان کی کتابیں پڑھنا بے سود ہے لیکن جب سراج الفقہاء منصب افتاء پر فائز ہوئے اور میراث کے ایک مسئلے میں ان کو الجھن پیش آئی تو مجبوراً انہوں نے امام احمد رضا سے رجوع کیا، امام احمد رضا نے ایسا نشفی بخش جواب عطا فرمایا کہ سراج الفقہاء حیران رہ گئے اور امام احمد رضا کی علمی عظمت کا نقش ان کے دل پر ترسم ہو گیا۔ انہیں ایام میں ان کی ملاقات ایک غیر مقلد عالم مولانا نظام الدین (احمد پور) سے ہوئی جو ان کے خلیفین میں تھے۔

سراج الفقہاء نے امام احمد رضا کا رسالہ الفضل الموعود ان کو دکھایا، تو وہ حیران رہ گئے اور عالم حیرت میں فرمایا۔

”یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے؟“ انہوں نے کہا میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔

علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امام اعظم شامی معلوم ہوتے ہیں۔

جہد المنار (جلد اول) ۱۹۸۴ء میں جہد المنار دکن سے چھپ کر الجمع الاسلامیہ کراچی کے ہر گز ہے۔ امام احمد رضا کے حواشی پر ایک مبالغہ قلم بند کیا ہے (ص ۶۹، ۷۳)۔

بروایت علامہ حسن میاں، ماہری سجادہ نشین خانقاہ ابراہیم شریف، سوات

المیزان (دہلی) شمارہ ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶

(۶)

امام احمد رضا کا تحقیقی معیار بہت بلند تھا، اپنی تصنیف حُجُبُ السُّوَارِ (مطبوعہ لاہور) انہوں نے اخذ اور اس کے متن پر علمی بحث کی ہے۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیسے بلند پایہ محقق تھے۔
برسکے یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبہ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا ڈی شکاف اپنی کتاب میں لکھتی ہیں:-

”امام احمد رضا کی نگارشات کا انداز مدلل تھا جس میں بے شمار حوالوں کے ڈھیر ہوتے تھے جس سے اُن کی علمی اور عقلی فصیلت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کے مخالفین کی کوتاہیوں کا علم بھی ہوتا ہے۔“
(انگریزی ترجمہ)

ڈاکٹر محی الدین الوائی جو پہلے جامعہ ازہر (قاہرہ مصر) میں تھے اور اب مدینہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اور مسدک اہل حدیث ہیں لیکن حق پسند اور حق گو ہیں۔ وہ امام احمد رضا کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:-
”جن علمائے ہند نے مروجہ علوم عربیہ و دینیہ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہے ان میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ علوم عربیہ اسلامیہ کو آراستہ کرنے میں آپ کا بہترین ریکارڈ ہے۔“

امام احمد رضا کی فقہی اور دینی خدمات پر کام ہوتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر محمد حنیف اختر قاضی (صدر شعبہ سائنس، لندن یونیورسٹی، انگلستان) نے امام احمد رضا کی تین جلدوں پر اپنے مقالہ حیات امام اہل سنت (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۳۸-۴۱) میں اس بحث کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ حیات امام اہل سنت کا ایک ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا ہے اور ایک (ایڈیشن مبارک پور) بھارت سے۔ مسعود

۱۲۰ بابرا شکاف، مسلم ریجن لینڈرشپ ان انڈیا، برسکے، ۱۹۷۴ء
۱۲۱ صورت الشرق (کاہرہ) شمارہ ذریعہ ۱۶

فقہی اور دینی تصانیف کو سامنے رکھ کر انگریزی میں تین مقالات تحریر فرمائے ہیں:-

- ① اسلام کا تصور علم
- ② اسلام کا تصور چیل
- ③ اسلام کا تصور دولت

پہلا مقالہ لاہور سے چھپ کر مجلس رضا، مانچسٹر (انگلستان) کی جانب سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر محمد حنیف اختر صاحب نے کئی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا، جو لاہور سے چھپ چکا ہے۔
کنز الایمان کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور آل رسول حسین صاحب (مادیر شریف) انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں۔ اول الذکر کا ترجمہ مکتبہ رضویہ نے کراچی سے شائع کر دیا ہے۔

پروفیسر جی ڈی قریشی (یو کاسل یونیورسٹی، انگلستان) نے امام احمد رضا کی قابل مطالعہ تصنیف تمہید ایمان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو عنقریب مجلس رضا مانچسٹر کی طرف سے شائع ہو جائے گا۔ پروفیسر ڈاکٹر جے ایم ایس بلیمان (شیخ الاسلامیات، لیڈن یونیورسٹی، ہالینڈ) بھی مجموعہ ہائے فتاویٰ کے تقابلی مطالعہ کے سلسلے میں امام احمد رضا کا فتاویٰ رضویہ مطالعہ کر رہے ہیں اور نہایت ہی متاثر ہیں۔
امام احمد رضا کے فکر کا ہر گوشہ تحقیق و تدقیق کا متقاضی اور ایک الگ مقالے کا محتاج ہے۔ راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے چودہ سال گزر چکے ہیں مگر ایسا محسوس ہوتا ہے ابھی ساحل سمندر تک بھی رسائی نہ ہوئی، شنواری اور غواہی تو بہت دور کی بات ہے۔ امام احمد رضا کی شخصیت بزبان حال یکہنسی معلوم ہوتی ہے۔

دل ہر قطرہ ہے سازِ انا البصیر ہم اُس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا؟
ہندوستان کے مشہور محقق و فاضل علامہ شبیر احمد غوری (جن کے علمی مقالات سالہا سال سے علمی مجلات کی زینت بن رہے ہیں) فلسفہ جدید و قدیمہ پر ہر امام احمد رضا کی تصنیف الکلمہ اللہمہ پر اپنے مقالے ”عہد حاضر کا تہافت الفلا“

۱۲۲ تمہید ایمان کا انگریزی ترجمہ کراچی سے ستمبر ۱۹۸۸ء میں شائع ہو گیا ہے۔

۱۲۳ معارف رضا مطبوعہ کراچی

میں تبصرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اور یہ دل نگینی بات فرماتے ہیں:-

”مجدد ائمۃ حاضرہ جیسے نادۃ روزگار کی جو حقارت کی کا حقہ، تصویر کشی کے لئے جن جامع منقول و منقول فضلاء کی کاوش و تحقیق درکار ہے، وہ نایاب

نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔“

بلاشبہ امام احمد رضا کا ایوان علم و دانش ایک ایسا حیرت کدہ ہے، جہاں زمانے کے بڑے بڑے دانشور گم ہوتے نظر آتے ہیں۔

آخر میں ہم اس مقالے کو لائڈن یونیورسٹی، لائپٹز کے شیعہ علوم اسلامیہ کے فاضل و محقق پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ بلیان کے تاثرات پر ختم کرتے ہیں جس کا اظہار انہوں نے بعض خطوط میں کیا ہے۔

۱۔ احمد رضا خاں کی تصانیف کو میں جتنا پڑھتا جاتا ہوں اتنا ہی اُن کی وسعت مطالعہ سے متاثر ہوتا جاتا ہوں۔ وہ اپنے موضوعات سے واقف ہیں اور ایک اچھے ماہر تعلیم کی طرح اپنے عوام کو بھی جانتے ہیں بالخصوص وہ اُن کی ضروریات اور احتیاجات سے بھی اچھی طرح باخبر ہیں اور اس واضح شرط کے ساتھ اُن کو بہت سے رسم و رواج کی اجازت دیتے ہیں کہ اُن کی نیت صالح ہوئی چاہیئے۔

(ترجمہ مکتوب مجرہ ۹ جنوری ۱۹۸۷ء لائڈن، لائپٹز)

۲۔ جہاں تک احمد رضا خاں کا تعلق ہے میں فقہ اسلامی میں اُن کی وسعت علم سے بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔ اُن کے افکار و خیالات بالعموم بہت ہی متوازن ہوتے ہیں حتیٰ کہ ایک غیر بریلوی کے لئے بھی قابل فہم ہوتے ہیں۔

(ترجمہ مکتوب مجرہ ۱۱ جون ۱۹۸۷ء لائڈن، لائپٹز)

فقیہ اسلام

از

ڈاکٹر حسن رضا خاں

یہ مقالہ ۱۹۶۹ء میں پیشہ
یونیورسٹی (بھارت) میں ڈاکٹریٹ کے لئے پیش کیا گیا جس میں ڈاکٹر صاحب کو
پتی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔ یہ مقالہ ۱۹۸۱ء میں اسلامک سٹی کیشن
سینٹر، پٹنہ نے ہندوستان سے شائع کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب
کے ہر باب میں تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ پہلے، دوسرے اور تیسرے ابواب
محنت سے لکھے گئے ہیں اور اس میں بہت مفید معلومات جمع کی ہیں۔
چوتھا باب امام احمد رضا کے حالات سے شروع ہوتا ہے، اس میں آپ کے
حالات و افکار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آخر میں ان شہادت کی نقول بھی شامل
کی ہیں جو امام احمد رضا کو حدیث و فقہ میں عطا کی گئیں۔ پانچویں باب میں
امام احمد رضا کے احوال و آثار کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں امام احمد رضا کے منظوم

منشور فتوے نیز عربی، فارسی اور اردو فتووں کے نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں اور انگریزی میں ترجمہ شدہ ایک فتویٰ بھی نقل کیا ہے اور آخر میں پچاس علوم و فنون پر امام احمد رضا کی ۴۱۲ تصانیف کی تفصیل فہرست دی ہے۔ چھٹے باب میں معاصرین، تلامذہ اور خلفاء و متبعین کا ذکر کیا گیا ہے، یہ باب بھی محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں فقہ اسلامی میں امام احمد رضا کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے اور فتویٰ نویسی میں ان کی مہارت کا ذکر کیا ہے اور ان کی نگارشات کے نمونے پیش کئے گئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ”محدث وقت“ اور ”فقیہ العصر“ تھے، اس باب میں فقہ سے متعلق امام احمد رضا کی مزید ۲۴۰ کتب حواشی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر امام احمد رضا کی ۶۶۶ کتب حواشی کی تفصیلاً اس تحقیقی مقالے میں آگئی ہیں، یہ مقالہ قابل مطالعہ اور لائق تحسین و آفرین ہے، فیاضل مقالہ نگار اور وہ علماء دانشور جنہوں نے ان سے تعاون کیا سب قابل مبارکباد اور ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

